تفسیر نور العرفان (قسط⑧)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

① مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب سورت قصص (۳۰) کے تحت لکھتے ہیں:

''یہ درخت نہ بول رہا تھا، بلکہ رب فرما رہا تھا، درخت اس کلام کا مظہر تھا، اسی طرح جن اولیا نے أَنَا اللّٰہُ کہا وہ خود نہ کہہ رہے تھے، کہنے والا رب تھا، یہ اس کلام کے مظہر تھے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص620)

یہ کفر والحاد پر مبنی کلام ہے۔

❀ امام آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) لکھتے ہیں:

إِنْ قَالَ مِنْهُمْ قَائِلٌ : إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ كَلَامًا فِي الشَّجَرَةِ، فَكَلَّمَ بِهٖ مُوسٰى قِيلَ لَهٗ : هٰذَا هُوَ الْكُفْرُ، لِأَنَّهٗ يَزْعُمُ أَنَّ الْكَلَامَ مَخْلُوقٌ، تَعَالَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْ ذٰلِكَ وَيَزْعُمُ أَنَّ مَخْلُوقًا يَدَّعِي الرُّبُوبِيَّةَ، وَهٰذَا مِنْ أَقْبَحِ الْقَوْلِ وَأَسْمَجِهٖ، وَقِيلَ لَهٗ : يَا مُلْحِدُ، هَلْ يَجُوزُ لِغَيْرِ اللّٰهِ أَنْ يَقُولَ : إِنَّنِي أَنَا اللّٰهُ؟ نَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ يَكُونَ قَائِلُ هٰذَا مُسْلِمًا، هٰكَذَا كَافِرٌ يُسْتَتَابُ، فَإِنْ تَابَ وَرَجَعَ عَنْ مَذْهَبِهِ السُّوءِ وَإِلَّا قَتَلَهُ الْإِمَامُ، فَإِنْ لَّمْ يَقْتُلْهُ

الْإِمَامُ وَلَمْ يَسْتَتِبْهُ وَعُلِمَ مِنْهُ أَنَّ هٰذَا مَذْهَبُهُ هُجِرَ وَلَمْ يُكَلَّمْ، وَلَمْ يُسَلَّمْ عَلَيْهِ وَلَمْ يُصَلَّ خَلْفَهُ، وَلَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهُ، وَلَمْ يُزَوِّجْهُ الْمُسْلِمُ كَرِيمَتَهُ.

''اگر ان میں سے کوئی کہے کہ اللہ نے درخت میں کلام کو پیدا کیا تھا اور اس کے ذریعے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کی تھی، تو اسے کہا جائے گا، یہی کفر ہے، کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ کلام الٰہی مخلوق ہے۔ اللہ اس سے پاک ہے۔ وہ شخص گمان کرتا ہے کہ مخلوق ربوبیت کا دعویٰ کر رہی ہے۔ یہ سب سے قبیح اور بدترین قول ہے، اس سے مزید کہا جائے گا: اے ملحد و بے دین! کیا غیر اللہ کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ میں ہی اللہ ہوں؟ ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں کہ ایسا کہنے والا مسلمان ہو۔ یہ تو کافر ہے، اس سے توبہ کروائی جائے گی، اگر توبہ کر لے اور اپنے برے مذہب سے لوٹ آئے، تو ٹھیک ورنہ حاکم وقت اسے قتل کر دے۔ اگر حکمران وقت قتل نہیں کرتا اور اس سے توبہ نہیں کروائی جاتی اور اس کا مذہب معلوم ہو جاتا ہے، تو اس سے قطع تعلقی کی جائے گی، اس سے کلام نہیں کیا جائے گا، سلام بھی نہیں کہا جائے گا، نہ ہی اس کی اقتدا میں نماز پڑھی جائے گی، نہ اس کی گواہی قبول ہو گی اور نہ اس سے کوئی مسلمان اپنی بیٹی کی شادی کرے گا۔''

(كتاب الشّريعة : 1109/3)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

مَا أَفْسَدَ اسْتِدْلَالُهُمْ بِقَوْلِهِ تَعَالٰى : ﴿نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِي الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ﴾ عَلٰى أَنَّ

الْكَلَامَ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ فِي الشَّجَرَةِ، فَسَمِعَهٗ مُوسٰى مِنْهَا! وَعَمَوْا عَمَّا قَبْلَ هٰذِهِ الْكَلِمَةِ وَمَا بَعْدَهَا، فَإِنَّ اللّٰهَ قَالَ : ﴿فَلَمَّا أَتَاهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِىءِ الْوَادِي الْأَيْمَنِ﴾، النِّدَاءُ هُوَ الْكَلَامُ مِنْ بُعْدٍ، فَسَمِعَ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ النِّدَاءَ مِنْ حَافَةِ الْوَادِي، ثُمَّ قَالَ : ﴿فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ﴾ أَيْ أَنَّ النِّدَاءَ كَانَ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنْ عِنْدِ الشَّجَرَةِ، كَمَا يَقُولُ : سَمِعْتُ كَلَامَ زَيْدٍ مِّنَ الْبَيْتِ، يَكُونُ مِنَ الْبَيْتِ لِابْتِدَاءِ الْغَايَةِ، لَا أَنَّ الْبَيْتَ هُوَ الْمُتَكَلِّمُ! وَلَوْ كَانَ الْكَلَامُ مَخْلُوقًا فِي الشَّجَرَةِ لَكَانَتِ الشَّجَرَةُ هِيَ الْقَائِلَةُ : ﴿يَا مُوْسٰى إِنِّي أَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ﴾، وَهَلْ قَالَ : إِنِّي أَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ، غَيْرُ رَبِّ الْعَالَمِينَ؟ وَلَوْ كَانَ هٰذَا الْكَلَامُ بَدَأَ مِنْ غَيْرِ اللّٰهِ لَكَانَ قَوْلُ فِرْعَوْنَ : أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى صِدْقًا إِذْ كُلٌّ مِّنْ كَلَامَيْنِ عِنْدَهُمْ مَخْلُوقٌ قَدْ قَالَهٗ غَيْرُ اللّٰهِ! وَقَدْ فَرَّقُوا بَيْنَ الْكَلَامَيْنِ عَلٰى أُصُولِهِمُ الْفَاسِدَةِ : أَنَّ ذَاكَ كَلَامُ اللّٰهِ خَلَقَهُ اللّٰهُ فِي الشَّجَرَةِ، وَهٰذَا كَلَامٌ خَلَقَهٗ فِرْعَوْنُ! فَحَرَّفُوا وَبَدَّلُوا وَاعْتَقَدُوا خَالِقًا غَيْرَ اللّٰهِ .

’’ان (جہمیہ) کا فرمانِ الٰہی :﴿نُوْدِيَ مِنْ شَاطِىءِ الْوَادِي الْأَيْمَنِ

﴿فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ﴾ سے اس بات پر استدلال کتنا فاسد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلام کو درخت میں پیدا کیا، پھر موسیٰ علیہ السلام نے اس سے سنا! وہ اس فرمانِ باری تعالیٰ کے ماقبل اور مابعد سے اندھے بن گئے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِي الْأَيْمَنِ﴾ ندا تو دور سے کلام کرنے کو کہتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام نے کلام کو وادی کے اندر سے سنا تھا، پھر فرمان ہوا: ﴿فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ﴾ یعنی ندا بقعۂ مبارکہ میں درخت کے پاس سے تھی، جیسا کہ کوئی آدمی کہتا ہے کہ میں نے زید کی کلام کو گھر سے سنا، گھر کا لفظ ابتدائے غایت کے لیے ہوتا ہے، یہ نہیں کہ گھر کلام کر رہا تھا۔ اگر یہ کلام مخلوق ہوتی اور درخت میں پیدا کی گئی ہوتی، تو درخت ہی یہ کہنے والا ہوتا کہ اے موسیٰ میں ہی رب العالمین ہوں۔ کیا رب العالمین کے علاوہ کسی اور نے کہا تھا کہ میں رب العالمین ہوں؟ اگر یہ کلام غیر اللہ سے ظاہر ہوئی تھی، تو پھر فرعون کا یہ کہنا سچ تھا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں! کیونکہ دونوں کلام جہمیوں کے ہاں مخلوق ہیں اور دونوں کا قائل غیر اللہ ہے، لیکن انہوں نے اپنے فاسد اصولوں کے مطابق ان دونوں کلاموں میں فرق کیا ہے کہ وہ اللہ کی کلام تھی، جسے اس نے درخت میں پیدا کیا تھا اور یہ وہ کلام تھی، جسے فرعون نے پیدا کیا تھا! انہوں نے تحریف و تبدل سے کام لیا ہے اور یہ اعتقاد رکھا ہے کہ اللہ کے علاوہ بھی کوئی خالق ہے۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 174-175)

④ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

’’رب فرماتا ہے: ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾
انبیا کرام کی مغفرت کے معنی ہیں، ان کا بے گناہ ہونا۔‘‘

(تفسیر نور العرفان، ص617)

یہ آیت کی تحریف ہے اور انبیا کے حق میں غلو ہے۔ امت کا اجماع ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام سے کبیرہ گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ صغیرہ گناہ سرزد ہوسکتا ہے، البتہ اس کا ارتکاب بھی گناہ سمجھ کر نہیں کرتے تھے، بلکہ بغیر قصد وارادہ کے، ان سے صغیرہ گناہ سرزد ہوجاتا تھا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ﴾ (غافر : ٥٥، محمّد : ١٩)

’’اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔‘‘

③ مفتی صاحب سورت فتح (٢) کے تحت لکھتے ہیں:

’’یہاں حضور کے گناہ سے اُمت کے وہ گناہ مراد ہیں، جن کی شفاعت حضور کے ذمہ ہے۔‘‘

(تفسیر نور العرفان، ص815)

یہ قرآن کریم کی معنوی تحریف ہے۔ ائمہ اہل سنت میں سے کسی نے یہ تفسیر نہیں کی۔

④ مفتی صاحب سورت قصص (٤٤) کے تحت لکھتے ہیں:

’’جو ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے راز و نیاز کی باتیں کیں، وہ سب تمہیں معلوم ہیں، تمہیں دکھادیں، بتادیں، مگر جو معراج میں تم سے خصوصی کلام فرمایا، وہ کسی کو نہ بتایا۔‘‘

(تفسیر نور العرفان، ص623)

معلوم نہیں مفتی صاحب نے یہ دعویٰ کس قرآنی آیت یا حدیث کی روشنی میں کیا؟

⑤ مفتی صاحب سورت قصص (۴۴) کے تحت لکھتے ہیں:

''یعنی اس جسم شریف سے، ورنہ سارے اگلے پچھلے واقعات حضور کی نگاہ میں ہیں اور مشاہدہ میں ہیں۔ رب فرماتا ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ﴾ خلاصہ یہ کہ اے حبیب ﷺ! آپ اس جسم شریف سے وہاں موجود نہ تھے، نہ علما سے ملاقات کی، پھر بھی ایسے درست واقعات بیان فرما رہے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص623)

نبی کریم ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر نہیں ہیں، زندگی میں بھی نہیں تھے، زندگی سے پہلے بھی نہیں اور اب جب کہ آپ ﷺ اللہ کے پاس جا چکے ہیں، تب بھی نہیں ہیں۔ آپ کو حاضر ناظر سمجھنے والا عقیدہ اہل سنت والجماعت اور ائمہ سلف کی تصریحات سے متصادم اور نصوص قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہے۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ﴾(یوسف: ۱۰۲)

''یہ باتیں غیب کی خبروں میں سے ہیں جس کی ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں۔ آپ ان کے پاس نہ تھے جب کہ انہوں نے اپنی بات ٹھان لی تھی اور وہ فریب کرنے لگے تھے۔''

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) ایک آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

أَيْ مَا كُنْتَ عِنْدَهُمْ يَا مُحَمَّدُ فَتُخْبِرَهُمْ عَنْهُمْ مُعَايَنَةً عَمَّا جَرٰى، بَلْ أَطْلَعَكَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ كَأَنَّكَ كُنْتَ حَاضِرًا وَّشَاهِدًا لِّمَا كَانَ

مِنْ أَمْرِهِمْ، حِينَ اقْتَرَعُوا فِي شَأْنِ مَرْيَمَ أَيُّهُمْ يَكْفُلُهَا .

''یعنی اے محمد (ﷺ)! آپ ان کے پاس نہیں تھے کہ ان کے بارے میں اس واقعے کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے، بلکہ اللہ نے آپ کو اس بارے میں یوں اطلاع دی کہ گویا آپ مریم علیہا السلام کے معاملے میں ان کی قرعہ اندازی میں حاضر اور چشم دید گواہ تھے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 42/2)

اگلے پچھلے واقعات نبی کریم ﷺ کی نگاہ میں نہ تھے، نہ ہی مشاہدہ میں تھے۔ ان کی خبر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی دی۔ یہی مقام نبوت ورسالت ہے۔

❀ مفتی صاحب خود لکھتے ہیں:

''اس میں حضور کی نبوت کی دلیل بھی تھی کہ آپ بغیر پڑھے اور بغیر تاریخ دانوں کے پاس بیٹھے، ایسے سچے قصے بیان کر رہے ہیں، واقعی سچے نبی ہیں، جو وحی سے فرما رہے ہیں۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص614)

❀ نبی کریم ﷺ کے ہر جگہ حاضر وناظر ہونے پر یہ آیت پیش کی جاتی ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ﴾(الفِيل : ١)

''(نبی!) کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کا کیا حشر کیا؟''

رؤیت دو طرح کی ہوتی ہے، بصری اور علمی۔ مذکورہ آیت میں رؤیت علمی ہے، جبکہ بعض احباب اس آیت میں رؤیت بصری مراد لیتے ہیں اور یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہاتھی والوں کی ہلاکت کا مشاہدہ کیا ہے۔ یہ قرآن کی واضح تحریف

ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے أَلَمْ تَرَ کا معنی أَلَمْ تَعْلَمْ کیا ہے۔

(صحيح البخاري، قبل الحديث : 4700)

لہٰذا یہاں رؤیت علمی مراد ہے، ذرا اس فرمانِ باری تعالیٰ پر بھی غور کیجئے:

﴿أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ، فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ﴾

(يس : ٧٧)

''کیا انسان جانتا نہیں کہ ہم نے اسے ایک حقیر نطفے سے پیدا کیا ہے اور اب وہ کھلم کھلا جھگڑتا پھر رہا ہے۔''

کیا کوئی یہاں یَرَ کا معنی ''دیکھنا'' کرسکتا ہے؟ یقیناً یہاں رؤیت علمی مراد ہے۔

❀ کیا اس آیت میں بھی رؤیت بصری ہی مراد لی جائے گی؟:

﴿أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ﴾(الأنعام : ٦)

''کیا وہ (کفار) جانتے نہیں کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کیا؟''

کوئی ہے، جو یہاں بھی رؤیت بصری مراد لے کر کفار مکہ کے ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کا عقیدہ پیش کرے گا؟

اس جیسی اور بہت سے آیات موجود ہیں، ہر آیت میں رؤیت علمی ہی مراد ہے، فافہم!

⑥ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اولیاء اللہ کو رب تعالیٰ کی طرف سے علم غیب ملتا ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص615)

علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اولیاء اللہ کو علم غیب نہیں ملتا۔ انبیا علیہم السلام کو جن غیبی اُمور کی اطلاع دی گئی، وہ وحی سے تھی۔

٧ مفتی صاحب سورت اعراف (۱۸۸) کے تحت لکھتے ہیں:

''اگر میں ذاتی طور پر غیب جان لیا کرتا، جس کے لیے قدرت لازم ہے، تو ہر چیز جمع کر لیتا، اس آیت میں منکرین غیب کی دلیل نہیں بن سکتی، کیونکہ بعض علوم غیب عطائی طور پر وہ بھی مانتے ہیں۔'' (تفسیر نور العرفان، ص278)

بعض کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو عطائی علم غیب حاصل ہے، جس بنا پر آپ تمام پوشیدہ وظاہر باتوں سے واقف ہیں۔ یہ آیت اس عقیدے کا صریح رد کرتی ہے کہ اگر عطائی غیب حاصل تھا، تب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے یہ نہ کہلواتے: ''اگر میں غیب جانتا ہوتا، تو بہت سے بھلائیاں سمیٹ لیتا اور مجھے کچھ بھی نقصان نہ پہنچتا!''

اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو عطائی غیب حاصل نہ تھا، بلکہ صرف انہی باتوں کا علم تھا، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آگاہ کر دیا تھا۔

❁ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے اس عقیدہ کا یوں اظہار کروایا ہے:

﴿وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾(الأنعام: ٥٠)

''میں غیب نہیں جانتا۔''

❁ ایک یہودی عالم نے رسول اللہ ﷺ سے چند سوالات کیے، آپ ﷺ نے جواب دیے، وہ یہودی چلا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا لِي عِلْمٌ بِشَيْءٍ مِنْهُ، حَتّٰى أَتَانِيَ اللّٰهُ بِهِ .

''مجھے کسی سوال کا بھی جواب معلوم نہ تھا، یہاں تک کہ اللہ نے مجھے (بذریعہ وحی) آگاہ کر دیا۔''

(صحیح مسلم: 315)

⑧ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''موسیٰ علیہ السلام پر دیدار جمال الٰہی سے عارضی غشی ایسی طاری ہوئی تھی، جیسے رات کو نیند۔'' (تفسیر نور العرفان، ص277)

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا چاہا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ مجھے نہیں دیکھ سکو گے، لیکن آپ پہاڑ کی طرف دیکھیں، اگر وہ میرے جلوے سے قائم رہ سکا، تو آپ بھی مجھے دیکھ سکیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ پہاڑ کے سامنے ظاہر ہوا، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا، موسیٰ علیہ السلام نے پہاڑ کو ریزہ ریزہ ہوتے دیکھا، تو بے ہوش کر گر پڑے۔

یہ کہاں ہے کہ ''موسیٰ علیہ السلام پر دیدار جمال الٰہی سے عارضی غشی......'' یہ فاش غلطی ہے۔

⑨ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''ہل ہل کر جنبش کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرنا سنت ہے، کیونکہ یہ جنبش عاشقوں کی وجدانی حالت ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص193)

مفتی صاحب گمراہ صوفیا کی ترجمانی فرما رہے ہیں۔ جنبش کے ساتھ قرآن پڑھنا کس دلیل سے سنت ہے؟

⑩ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''عیسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے پانچ ہزار آدمی بندر اور سور بن گئے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص191)

اس پر قرآن و حدیث سے دلیل پیش کی جائے!

⑪ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''دیگر مخلوق تو پہلے ہی آپ کی مطیع اور فرمانبردار ہے، کہ شجر وحجر آپ کا کلمہ پڑھتے ہیں اور چاند سورج اشارے پر کام کرتے ہیں۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص188)

یہ نبی کریم ﷺ کی شان میں غلو ہے۔ کسی درخت یا پتھر سے کلمہ پڑھنا ثابت نہیں۔ اسی طرح سورج کا پلٹنا بھی ثابت نہیں۔ چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے۔ معجزات کو عمومی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

⑫ مفتی صاحب سورت مائدہ (۶۴) کے تحت لکھتے ہیں:

''ہاتھ کشادہ ہونے سے مراد ہے، بے حد کرم اور مہربانی، کہ دوستوں کو بھی نوازے اور دشمنوں کو بھی محروم نہ کرے، ورنہ اللہ تعالیٰ ہاتھ اور ہاتھ کے کھلنے سے پاک ہے۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص187)

❀ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

لَهٗ يَدٌ وَّوَجْهٌ وَّنَفْسٌ كَمَا ذَكَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْقُرْآنِ، فَمَا ذَكَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْقُرْآنِ مِنْ ذِكْرِ الْوَجْهِ وَالْيَدِ وَالنَّفْسِ فَهُوَ لَهٗ صِفَاتٌ بِلَا كَيْفٍ وَّلَا يُقَالُ : إِنَّ يَدَهٗ قُدْرَتُهٗ أَوْ نِعْمَتُهٗ لِأَنَّ فِيهِ إِبْطَالَ الصِّفَةِ وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْقَدْرِ وَالْاِعْتِزَالِ وَلٰكِنْ يَدُهٗ صِفَتُهٗ بِلَا كَيْفٍ .

''اللہ تعالیٰ کا ہاتھ، چہرہ اور نفس ہے، جیسا کہ اللہ نے قرآن میں ذکر کیا۔ اللہ نے قرآن میں جو چہرے، ہاتھ اور نفس کا ذکر کیا ہے، یہ اس کی صفات ہیں،

جن کی نہ کیفیت بیان کی جا سکتی ہے اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے ہاتھ سے مراد قدرت یا نعمت ہے، کیوں کہ اس سے صفت کا بطلان لازم آتا ہے، جو کہ قدریہ اور معتزلہ کا عقیدہ ہے، بلکہ ہاتھ اللہ کی صفت ہے، کیفیت معلوم نہیں۔''

(الفقہ الأکبر، ص 27)

❁ نیز منسوب ہے:

﴿يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ﴾ لَيْسَتْ كَأَيْدِي خَلْقِهِ وَلَيْسَتْ جَارِحَةً، وَّهُوَ خَالِقُ الْأَيْدِي.

''﴿يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ﴾ ''اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔'' اللہ کا ہاتھ مخلوق کے ہاتھوں کی طرح نہیں ہے اور نہ ہی کوئی عضو جسمانی ہے، وہ تو سب ہاتھوں کا خالق ہے۔''

(الفقہ الأکبر، ص 161)

❁ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْكَلَامُ فِي الصِّفَاتِ، فَإِنَّ مَا رُوِيَ مِنْهَا فِي السُّنَنِ الصِّحَاحِ، مَذْهَبُ السَّلَفِ إِثْبَاتُهَا وَإِجرَاؤُهَا عَلٰى ظَوَاهِرِهَا، وَنَفْيُ الْكَيْفِيَّةِ وَالتَّشْبِيهِ عَنْهَا، وَقَدْ نَفَاهَا قَوْمٌ، فَأَبْطَلُوا مَا أَثْبَتَهُ اللّٰهُ، وَحَقَّقَهَا قَوْمٌ مِّنَ الْمُثْبِتِينَ، فَخَرَجُوا فِي ذَالِكَ إِلٰى ضَرْبٍ مِّنَ التَّشْبِيهِ وَالتَّكْيِيفِ، وَالْقَصْدُ إِنَّمَا هُوَ سُلُوْكُ الطَّرِيقَةِ الْمُتَوَسِّطَةِ بَيْنَ الْأَمْرَيْنِ، وَدِينُ اللّٰهِ تَعَالٰى بَيْنَ الغَالِي فِيْهِ

وَالْمُقَصِّرُ عَنْهُ .

وَالْأَصْلُ فِي هٰذَا أَنَّ الْكَلَامَ فِي الصِّفَاتِ فَرْعُ الْكَلَامِ فِي الذَّاتِ، وَيُحْتَذٰى فِي ذٰلِكَ حَذْوُهٗ وَمِثَالُهٗ، فَإِذَا كَانَ مَعْلُوْمًا أَنَّ إِثْبَاتَ رَبِّ الْعَالِمِينَ إِنَّمَا هُوَ إِثْبَاتُ وُجُوْدٍ لَّا إِثْبَاتُ كَيْفِيَّةٍ، فَكَذَالِكَ إِثْبَاتُ صِفَاتِهٖ إِنَّمَا هُوَ إِثْبَاتُ وُجُوْدٍ لَّا إِثْبَاتُ تَحْدِيدٍ وَّتَكْيِيفٍ . فَإِذَا قُلْنَا : لِلّٰهِ يَدٌ وَّسَمْعٌ وَّبصرٌ، فَإِنَّمَا هِيَ صِفَاتٌ أَثْبَتَهَا اللّٰهُ لِنَفْسِهٖ، وَلَا نَقُوْلُ : إِنَّ مَعْنَى الْيَدِ الْقُدْرَةُ، وَلَا إِنَّ مَعْنَى السَّمْعِ وَالْبَصرِ الْعِلْمُ، وَلَا نَقُوْلُ : إِنَّهَا جَوَارِحُ، وَلَا نُشَبِّهُهَا بِالْأَيدِي وَالْأَسْمَاعِ وَالْأَبْصَارِ الَّتِي هِيَ جَوَارِحُ وَأَدَوَاتٌ لِّلْفِعْلِ، وَنَقُوْلُ : إِنَّمَا وَجَبَ إِثبَاتُهَا لِأَنَّ التَّوْقِيفَ وَرَدَ بِهَا، وَوَجَبَ نَفِيُ التَّشْبِيهِ عَنْهَا لِقَوْلِهٖ : ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾(الشُّوْرٰی : ١١)، وَ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ﴾(الإِخلاص : ٣)

”جو صفات باری تعالیٰ صحیح احادیث میں مروی ہیں، سلف ان کا اثبات کرتے ہوئے ظاہری معنی مراد لیتے ہیں اور کیفیت اور تشبیہ کی نفی کرتے ہیں۔ بعض گروہوں نے ان صفات کی نفی کرتے ہوئے اسے باطل کر دیا ہے، جسے اللہ نے ثابت کیا تھا۔ بعض نے اثبات تو کیا ہے، لیکن تشبیہ وتکییف کی گمراہیوں میں مبتلا ہو گئے۔ درست بات یہ ہے کہ دونوں گروہوں کا درمیانی راستہ اختیار کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کا دین غلو اور تقصیر کے درمیان ہے۔

صفات باری تعالیٰ میں گفتگو کرنا ذات باری تعالیٰ میں گفتگو کرنا ہے۔ ان میں بھی وہی طریقہ کار اختیار کیا جائے گا، جو ذات باری تعالیٰ کے بارے میں کیا جاتا ہے۔ یہ تو بدیہی بات ہے کہ رب العالمین کا اثبات اس کی ذات کا اثبات ہے، نہ کہ اس کی کیفیت کا۔ اسی طرح صفات کا اثبات وجود کا اثبات ہے، نہ کہ کیفیت اور تحدید کا۔ لہٰذا جب ہم کہیں گے کہ صفت ید، سمع اور بصر اللہ کے لیے ثابت ہے، تو معنی ہوگا کہ یہ صفات ہیں، جنہیں اللہ نے اپنے لیے ثابت کیا ہے۔ یہ نہیں کہیں گے کہ ید (ہاتھ) کا معنی قدرت ہے اور سمع و بصر کا معنی علم ہے، نہ ہی انہیں جوارح (جسمانی اعضا) قرار دیں گے اور نہ ہی انہیں ہاتھوں، کانوں اور آنکھوں، جو کہ جسمانی اعضا ہیں اور کام کرنے کے آلہ کار ہیں، کے ساتھ تشبیہ دیں گے، بلکہ ہم کہیں گے کہ ان کا اثبات واجب ہے، کیوں کہ یہ شریعت سے ثابت ہیں اور تشبیہ کی نفی کرنا بھی از حد ضروری ہے، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (الشّوریٰ: ١١) ''اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں۔'' فرمایا: ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ (الإخلاص: ٣) ''اور اس کے ہم سر کوئی نہیں ہے۔''

(سِيَر أعلام النّبلاء للذّهبي: 18/284، وسندهٗ صحيحٌ)

⑬ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''کفر میں زیادتی، کمی ہوتی ہے، مگر یہ زیادتی کمی کیفیت میں ہے، مقدار میں نہیں، کوئی آدھا یا پاؤ کافر نہیں۔'' (تفسیر نور العرفان، ص96، 187)

اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ ایمان، کفر اور نفاق میں کمی اور زیادتی ہوتی

ہے، یہ کمی بیشی مقدار اور کمیت میں ہوتی ہے، کسی کا ایمان زیادہ، کسی کا کم، کسی کا کفر زیادہ اور کسی کا کم اور کسی کا نفاق زیادہ اور کسی کا کم۔ یہاں کیفیت میں کمی بیشی مراد نہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا ......﴾

(آل عمران: ۹۰)

''جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا، پھر وہ کفر میں مزید بڑھ گئے......۔''

⑭ مفتی صاحب سورت اعراف (۹۷) کے تحت لکھتے ہیں:

''جس پتھر سے پیغمبر کے قدم چھو جائیں، وہ متبرک اور شعائر اللہ اور آیت اللہ بن جاتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ ظاہر ہے کہ یہ دونوں پہاڑ حضرت ہاجرہ کے قدم پڑ جانے سے شعائر اللہ بن گئے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص97)

صفا اور مروہ شعائر اللہ ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے شعائر اللہ بنایا ہے۔ کسی نبی ولی کے قدم پڑ جانے سے کوئی چیز متبرک، شعائر اللہ اور آیت اللہ نہیں بنتی۔ یہ غلو پر مبنی نظریہ ہے، ورنہ تو مکہ مدینہ کی ہر ہر جگہ شعائر اللہ قرار پائے گی، جبکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

⑮ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ کہنا جائز ہے کہ رسول اللہ ﷺ عزت، دولت، ایمان، اولاد، جنت دیتے ہیں، دوزخ سے بچاتے ہیں، کیونکہ حضور اکرم ﷺ رب کی تمام نعمتوں کا سبب ہیں۔'' (تفسیر نور العرفان، ص178)

بلاشبہ نبی کریم ﷺ تمام نعمتوں کا سبب ہیں۔ مگر یہ کہنا کہ ''عزت، ذلت، ایمان، اولاد، جنت دیتے ہیں، دوزخ سے بچاتے ہیں۔'' جائز نہیں۔ یہ تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے، ورنہ نبی کریم ﷺ کے چچا ابو طالب کفر پر نہ مرتے۔

⑯ مفتی صاحب سورت مائدہ (۳۵) کے تحت لکھتے ہیں:

''مسلمان کو اعمال کے ساتھ اولیا کا وسیلہ بھی ڈھونڈنا چاہیے، کیونکہ اعمال تو ﴿اِتَّقُوا اللّٰهَ﴾ میں آ گئے تھے، پھر تلاش وسیلہ کا حکم ہوا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص179)

نبی ہو، یا ولی، فوت شدہ کا وسیلہ پکڑنا جائز نہیں۔ اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں۔ کسی صحابی، تابعی یا تبع تابعی سے ثابت نہیں کہ اس نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ذات کا وسیلہ پیش کیا ہو۔ اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ یہاں آیت میں وسیلہ سے مراد نیک اعمال ہیں۔

۞ علامہ فخر رازی رحمہ اللہ (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ : ﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوٓا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾، كَأَنَّهٗ قِيلَ : قَدْ عَرَفْتُمْ كَمَالَ جَسَارَةِ الْيَهُودِ عَلَى الْمَعَاصِي وَالذُّنُوبِ، وَبُعْدِهِمْ عَنِ الطَّاعَاتِ الَّتِي هِيَ الْوَسَائِلُ لِلْعَبْدِ إِلَى الرَّبِّ، فَكُونُوا يَا أَ يُّهَا الْمُؤْمِنُونَ! بِالضِّدِّ مِنْ ذٰلِكَ، وَكُونُوا مُتَّقِينَ عَنْ مَعَاصِي اللّٰهِ، مُتَوَسِّلِينَ إِلَى اللّٰهِ بِطَاعَاتِ اللّٰهِ .

''فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوٓا

إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾ ''اہل ایمان! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، اس کی رضا کے لئے وسیلہ تلاش کرو۔'' گویا یہ کہا جا رہا ہے کہ مسلمانانِ امت! آپ جانتے ہیں کہ یہود معصیت، نافرمانی اور گناہ کے ارتکاب میں کس قدر جری تھے اور اللہ کی اطاعت، فرمانبرداری سے کتنے دور تھے۔ حالاں کہ اطاعت بندے کے لیے ربّ تعالیٰ کے تقرب کا وسیلہ ہے، اہل ایمان! آپ اس کے بالکل برعکس ہو جانا، اللہ کی معصیت و نافرمانی سے بچنا اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کے وسیلے سے تقرب حاصل کرتے رہنا۔'' (تفسير الرّازي: 11/348-349)

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الَّذِي قَالَهُ هٰؤُلَاءِ الْأَئِمَّةُ، لَا خِلَافَ بَيْنَ الْمُفَسِّرِينَ.

''ان ائمہ دین نے جو فرمایا ہے، یہ مفسرین کا اتفاقی فہم ہے۔''

(تفسير ابن كثير: 2/535)

⑰ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''محفل میلاد شریف اچھی چیز ہے، کیونکہ اس میں حضور کی تشریف آوری کا ذکر ہوتا ہے۔'' (تفسیر نور العرفان، ص176)

محفل میلاد بدعت ہے اور بدعت کبھی اچھی نہیں ہوتی، بھلا یہ کیسی اچھائی ہے، جس سے صحابہ، تابعین، تبع تابعین محروم رہے اور علمائے حق اسے بدعت قرار دیتے رہے۔ جو کام عیسائیوں سے مستعار ہو اور روافض کے ذریعہ اسلام میں داخل ہو، وہ اچھی چیز کیسے ہو سکتی ہے؟

❀❀❀❀❀❀❀